© rasailojaraid.com

مکمل نقل کریں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

جب سے انگریزی اور علومِ جدیدہ کا رواج ہوا ہے، صرف ہمارے ملک میں نہیں پورے عالمِ اسلام میں مسلمانوں کا تعلیم یافتہ طبقہ جدید اور قدیم تعلیم یافتہ کے دو حصّوں میں تقسیم ہوگیا ہے۔ اگرچہ یہ تقسیم بالکل غیر منطقی ہے اور تعلیم میں جدید و قدیم کا کوئی فرق نہ ہونا چاہیئے لیکن بدقسمتی سے واقعہ یہی ہے کہ یہ دو طبقے وجود میں آگئے اور دونوں ایک دوسرے کے حریف اور رقیب اس درجہ کے ہوگئے کہ ایک دوسرے کے نام سے بیزار ہوگیا۔ وقت اور حالات کے بدلنے سے اگرچہ ان دونوں طبقوں میں اب پہلی سی منافرت نہیں رہی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو خود اسلامی علوم و فنون کی طرف توجہ ہوئی، چنانچہ خوشی کی بات ہے کہ آج اس طبقہ میں علومِ اسلامیہ و دینیہ کے ایسے محقق اور مبصر موجود ہیں کہ علمار کے طبقہ میں بھی اُن جیسے کم ہی ہوں گے اور دوسری جانب مدارسِ عربیہ کے بعض فارغ التحصیل حضرات نے انگریزی تعلیم حاصل کی اور اُس میں کمال پیدا کیا۔ با اینہمہ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ان دونوں میں طبقاتی کشمکش ابھی تک ختم نہیں ہوئی ہے اور مسلم سوسائٹی کی اصلاح و ترقی کے لئے ان میں جس باہمی اشتراک و تعاون اور ہم آہنگی و وحدتِ فکر کی شدید ضرورت ہے وہ پیدا نہیں ہوسکی ہے۔

دوسری جنگِ عظیم کے بعد جب سے پاکستان نامی ایک عظیم اسلامی ریاست وجود میں آئی اور دوسرے اسلامی ممالک خودمختار و آزاد ہوئے ہیں اور انھوں نے دنیا کی ترقی یافتہ قوموں کو سامنے رکھ کر اپنی جدید تہذیبی تنظیم و ترقی کی طرف قدم اٹھایا ہے، مذکورہ بالا دونوں طبقوں کا اختلاف نہایت خطرناک و درسخت تشویش انگیز صورت اختیار کرگیا ہے۔ چونکہ ان اسلامی یا بالفاظِ صحیح تر مسلم حکومتوں پر جدید تعلیم یافتہ طبقہ ہی کا اثر ہے، وہی حکومت کی مشنری پر قابض ہیں اور مجالس قانون سازی میں انہیں کا مل دخل ہے اور علمار بحیثیت جماعت کے ان سب چیزوں سے بے دخل اور الگ تھلگ ہیں اس لئے اب صورتِ حال یہ ہے کہ ان ملکوں میں سماجی اصلاح و ترقی کے نام سے جو قوانین وضع اور طے ہو رہے ہیں اُن میں نہ وہ اسپرٹ ہے اور نہ وہ اعتدال و توازن ہے جو قرآن و حدیث پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مبنی احکام ہیں ہونا ضروری ہو گویا تجدد اور تجدید کا ایک سیلابِ عظیم ہے جو اس وقت تمام ممالکِ اسلامیہ میں بڑی قوت اور شدومد کے ساتھ اُمنڈ رہا ہے اور اس سلسلہ میں جو کچھ ہو رہا ہو دین اور شریعت کے نام سے ہی ہو رہا ہے جب یہ اصلاحات یا جدید قوانین وضوابط ملک میں شائع ہوتے ہیں تو علمار کی طرف سے اُن کے خلاف صدائے احتجاج بلند ہوتی ہے لیکن چونکہ حکومت میں اُن کا کوئی اثر نہیں ہو اس لئے یہ صدا کچھ دنوں کے بعد فضا میں گونج کر خاموش ہو جاتی ہے اور وہ قوانین مسلمانوں پر مسلّط اور ملک میں نافذ ہو جاتے ہیں۔ پاکستان تو اس معاملہ میں "کے آمدی و کے پیر شدی" کا مصداق ہو۔ ٹرکی۔ مصر، سوڈان اور عراق و شام میں اب سے بہت پہلے یہ سب کچھ ہو چکا ہے اور عورتوں کی آزادی، اُن کی تعلیم۔ ملازمتوں اور دوسرے پیشوں میں مردوں کے برابر اُن کا حصّہ، تعدّدِ ازدواج، نکاح وطلاق، وراثت اور کفالت و وکالت سے متعلق وہاں جو قوانین وضع کئے گئے ہیں، انھوں نے ان ملکوں کے اسلامی معاشرہ کا نقشہ یکسر منقلب کر کے رکھ دیا ہے۔ اور اب وہاں اس درجہ امن وسکون ہو کہ گویا تمام مسلمانوں نے ان اصلاحات و قوانین کو خوشی سے قبول کر لیا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ چونکہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات اور آخری دینِ الٰہی ہو اس لئے احکامِ شریعت میں بڑی لچک ہو، اُس میں احوالِ زمانہ کے مقتضیات، قومی اور ملی ضرورتوں کی رعایت اور سماجی مفاسد کی روک تھام کے لئے شخصی اور جماعتی قوانین میں ردّوبدل کرنے کی گنجائش ہو اور خود فقہ کے مختلف مسالک میں جو فرق و امتیاز پایا جاتا ہو اور اصولِ فقہ میں مصالحِ مرسلہ اور عرف وغیرہ جیسے بیسیوں اصول جو مذکور ہیں، وہ سب اسی کی دلیل ہیں لیکن ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہو جس طرح ہر دستور کے کچھ بنیادی اغراض ومقاصد ہوتے ہیں اور حسبِ ضرورت دستور کی دفعات میں وقتاً فوقتاً جو ترمیم و تنسیخ بھی کی جائے بہرحال اُن اغراض و مقاصد اور اُن کی روح سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا، ٹھیک اسی طرح قانون سازی اور اصلاح و ترمیم کے ہر مرحلہ پر اس کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہو کہ شریعت کے اصل حکم کی اسپرٹ کیا ہو؟ شارع کا مقصد و منشا کیا ہو؟ اور اس ترمیم و تنسیخ سے اس پر زد تو نہیں پڑتی۔

ظاہر ہے یہ کام صرف کوئی ایک طبقہ انجام نہیں دے سکتا، یہ اُسی وقت سرانجام پا سکتا ہو جب کہ

© rasailojaraid.com